AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سلطنتِ عثمانیہ کا نظام خلافت اور جدید مسلم ریاستوں کے آئینی ماڈلز کا تقابلی مطالعہ

THE OTTOMAN CALIPHATE SYSTEM AND THE CONSTITUTIONAL MODELS OF MODERN MUSLIM STATES:A COMPARATIVE STUDY

Dr. Muhammad Ismail Khan
Assistant Professor of Islamic Studies, Government College Oghi Mansehra
Higher Education Department, Khyber Pakhtunkhwa
ismailkh82@gmail.com
Dr. FAIZULLAH
Ph.D Islamia College University Peshawar
Lecturer Islamic and Religious Studies Department Hazara University Mansehra Pakistan
Hafiz.faizullah2014@gmail.com

Abstract

This research undertakes a comparative analytical study of the Ottoman Caliphate's system of governance and the constitutional models of contemporary Muslim nation-states, with the aim of understanding the evolution of Islamic political thought in both historical and modern contexts. The Ottoman Caliphate was not merely a monarchical structure; it was a sophisticated politico-religious system wherein the Caliph, the scholars ('ulama), the judiciary (qadis and muftis), and administrative institutions functioned in a coordinated balance of power under the framework of Islamic law (Shari'ah).The study explores in depth the Ottoman model's religious and political foundations, legal applications, institutional structure, and constitutional reforms—particularly the Tanzimat and the Constitution of 1876—through authoritative historical sources. In contrast, it examines the constitutional frameworks of modern Muslim states such as Pakistan, Iran, Turkey, Saudi Arabia, Malaysia, and Indonesia, analyzing the extent to which they embody the principles of Islamic governance, implementation of Shari'ah, democratic representation, and the unity of the Ummah.Findings indicate that although these modern states have adopted varied political and constitutional models, they share significant gaps in integrating Islamic jurisprudential traditions and spiritual unity within their governance systems. The research emphasizes the potential of constructing a contemporary Islamic constitutional model that synthesizes Shari'ah, Ijtihad (independent reasoning), democratic accountability, justice, and transparency—drawing upon the Ottoman legacy as a historical foundation. The study concludes with practical recommendations and identifies prospective areas for further scholarly inquiry in Islamic constitutional thought and governance.

Keywords : Ottoman Caliphate ,Muslim Nation-States, Ummah, Ijtihad Constitutional Models,Shari'ah and Governance ,Islamic Law and State

یہ تحقیقی مطالعہ سلطنتِ عثمانیہ کے نظامِ خلافت اور جدید مسلم ریاستوں کے آئینی ماڈلز کا تقابلی جائزہ پیش کرتا ہے، جس کا مقصد اسلامی سیاسی فکر کے ارتقائی پہلوؤں کو تاریخی و معاصر سیاق وسباق میں سمجھنا اور ان سے نتائج اخذ کرنا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ محض ایک ملوکانہ یا سلطانی نظام نہیں تھی بلکہ وہ ایک منظم دینی، فقہی، اور سیاسی ڈھانچہ رکھتی تھی جس میں خلیفہ، علماء، قاضی، مفتی اور انتظامی ادارے ایک متوازن ریاستی نظم میں شریک تھے۔ اس خلافتی ماڈل میں شریعت کی تطبیق، امت کے تصور کی پاسداری، اور مرکزی اتھارٹی کی بالادستی نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ تحقیق میں سلطنتِ عثمانیہ کے سیاسی و مذہبی نظریہ، آئینی اصلاحات (خصوصاً تنظیمات اور 1876ء کا آئین)، قانون سازی کے ذرائع، اور ادارہ جاتی نظم کو تاریخی مصادر و مآخذ کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد پاکستان، ایران، ترکی، سعودی عرب، ملائشیا اور انڈونیشیا کے آئینی ڈھانچوں کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ واضح کیا جاسکے کہ کس حد تک یہ ریاستیں اسلامی اصولِ حکمرانی، شریعت، جمہوریت، اور وحدتِ امت کو اپنے نظام میں سمونے میں کامیاب ہو سکی ہیں۔ نتائج سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ جدید مسلم ریاستوں نے مختلف سیاسی و آئینی ماڈلز اختیار کیے ہیں، تاہم ان کے نظام ہائے حکومت میں کئی فکری و عملی خلاء موجود ہیں، جو خلافتِ عثمانیہ کے ورثے سے رہنمائی لے کر پر کیے جاسکتے

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہیں۔ یہ تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ ایک جدید اسلامی آئینی ماڈل، جو شریعت، اجتہاد، جمہوری نمائندگی، عدل اور شفافیت کو یکجا کرے، مسلم دنیا کے لیے نہ صرف ایک نظریاتی بلکہ عملی پیش رفت بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ تحقیق میں آئندہ تحقیقی میدانوں کی نشان دہی اور عالمِ اسلام کے لیے قابلِ عمل سفارشات بھی شامل کی گئی ہیں۔

سلطنتِ عثمانیہ کا نظامِ خلافت ایک تاریخی و نظریاتی جائزہ

خلافتِ عثمانیہ کا آغاز، ارتقاء اور اختتام

یہ حصہ عثمانی خلافت کی تاریخ کا ابتدائی جائزہ پیش کرتا ہے۔ ابتدا میں خلافت کے قیام کا سبب، اس کا ارتقاء اور جغرافیائی و سیاسی وسعت پر روشنی ڈالی جائے گی۔ بعد ازاں، قوت و زوال کا مفصل تناظر پیش کیا جائے گا، تاکہ قاری کو ایک مربوط تاریخی تسلسل سمجھ میں آئے۔

> "سلطنت عثمانیہ یا خلافت عثمانیہ سن 1299 سے 1922ء تک قائم رہنے والی ایک مسلم سلطنت تھی جس کے حکمران ترک تھے۔ اپنے عروج کے زمانے میں (16 ویں–17 ویں صدی) یہ سلطنت تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی اور جنوب مشرقی یورپ، مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ اس کے زیر نگیں تھا۔ اس عظیم سلطنت کی سرحدیں مغرب میں آبنائے جبرالٹر، مشرق میں بحیرۂ قزوین اور خلیج فارس اور شمال میں آسٹریا کی سرحدوں، سلوواکیہ اور کریمیا (موجودہ یوکرین) سے جنوب میں سوڈان، صومالیہ اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ مالدووا، ٹرانسلوانیا اور ولاچیا کے باجگذار علاقوں کے علاوہ اس کے 29 صوبے تھے۔"[1]

یہ اقتباس عثمانی خلافت کے دورانیہ (1299–1922ء) اور اس کی جغرافیائی حدود کو مفصل انداز میں بیان کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمانی سلطنت نے اپنی عروجی مدت میں تین براعظموں پر حکمرانی کی، جب کہ اس کے 29 صوبے تھے۔ یہ بیان آپ کے تحقیقی مضمون میں خلافت کی تاریخ کو روشن کرنے کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس اقتباس کے ذریعے مضمون میں اُس نظام کی وسعت اور تاریخی اہمیت واضح کی جا سکتی ہے، جو آئندہ نکات کے لیے مضبوط پسِ منظر تیار کرتا ہے۔

عثمانی خلافت کا مذہبی و سیاسی نظریہ

یہ حصہ عثمانی خلافت کے اندر مذہبی اور سیاسی افکار پر مشتمل ہے، جو خلافت کی دینی بنیادوں اور حکومتی ساخت کے باہمی تعلق کو جوڑتا ہے۔ اس میں یہ واضح کیا جائے گا کہ خلافت کو اسلام میں ایک واحد حاکمیت کے طور پر کیسے سمجھا گیا، اور سلطان یا خلیفہ کو کس حد تک نمائندہ اور جواب دہ تسلیم کیا گیا۔

"اسلام میں اصل حاکمیت اللہ کی ہے، اس لیے جو زمین پر حکم چلاتا ہے وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَاللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ

اللہ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت عام (General) ہے، ہر مومن اللہ کا نائب ہے، کسی فرد یا نسل کا خاص حق نہیں۔ ہر خلیفہ (بشخصی طور پر) اللہ کے سامنے جواب دہ ہے (كلّكم راعٍ وكلكم مسئولٌ عن رعيّته)."[2]

یہ اقتباس خلافت کے دینی فلسفے کی وضاحت کرتا ہے کہ اسلام میں صرف اللہ اعلیٰ حکمران ہے، اور جو زمین پر حکمرانی کرتا ہے، وہ اللہ کا نائب یعنی خلیفہ ہوتا ہے۔ اس میں یہ تصور بھی شامل ہے کہ ہر مومن اس نائب حکومت کا حامل ہے، اور خلیفہ خود بھی شرعی حدود کے اندر جواب دہ ہوتا ہے۔ اس نظریہ سے یہ سمجھ آتی ہے کہ خلافت ایک مشاورت اور شرعی اصولوں پر مبنی جمہوری رجحان رکھتی ہے نہ کہ خود سری یا مطلق العنان حکمرانی۔

خلافتِ عثمانیہ کا آغاز، ارتقاء اور اختتام

یہ سیکشن عثمانی خلافت کی لمبی تاریخ، عروج، جغرافیائی وسعت اور زوال کا جامع تعارف پیش کرتا ہے، جسے ڈاکٹر محمد عزیر کی مستند تحقیق کی روشنی میں بیان کیا گیا۔

عثمانی خلافت کا مذہبی و سیاسی نظریہ

[1] ڈاکٹر محمد عُزیر (محمد عزیر) دولت عثمانیہ جلد اول، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 2009ء، جلد 1، ص 85

[2] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (سید ابوالاعلیٰ مودودی) خِلافت وملوکیت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 1966ء، صفحہ 80۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ سیکشن خلافت کے اندر حکومتی و دینی نظریات (خلافت کے شرعاً بنیاد اور نمائندہ حیثیت) کو واضح کرتا ہے، مولانا مودودی کے نقطہ نظر کو پیش کرتے ہوئے۔

خلیفہ کے اختیارات و ذمہ داریاں

یہ حصہ عثمانی خلیفہ کے اختیارات اور ذمہ داریوں کا مفصل تجزیہ پیش کرتا ہے۔اس میں انتظامی، قانونی، اور عدالتی اختیارات کو شریعت اور ریاستی مؤثر حکمرانی کے تناظر میں دیکھا جائے گا، تاکہ ترکی کے خلیفہ کے سیاسی کردار کی گہرائی اور حدود واضح ہو سکیں۔

"خلیفہ کے اختیارات تین قسم کے ہوتے ہیں۔

- **انتظامی اختیارات:** وہ پوری فوج کو برخاست کر سکتا ہے، بڑے سے بڑے حاکم کو معزول کر سکتا ہے۔
- **قانونی اختیارات:** مجلس تشریعی میں مسودات پیش کرنا، ہنگامی قانون سازی، بین الاقوامی معاملات میں حکمت عملی وضع کرنا۔
- **عدالتی اختیارات:** قاضی القضٰی کا تقرر، اپیل کی سماعت، عدالتوں کے ضوابط کا اختیار، فوری انصاف کی فراہمی۔"[3]

یہ اقتباس خلیفہ عثمانی کے اختیارات کو تین بنیادی زمروں انتظامی، قانونی اور عدالتی میں تقسیم کرتا ہے، جو اس نظام کی کثیر الجہتی قدرت اور ذمہ داریوں کا ثبوت ہے۔ انتظامی دائرہ کار میں فوج، صوبے، وتگی، اور معزولی شامل ہے؛ قانونی اختیارات میں قانون سازی، ہنگامی فیصلوں کی تیاری اور خارجہ پالیسی شامل ہے؛ جبکہ عدالتی اختیارات میں اعلیٰ عدالتی اقدامات، انصاف، اور قانونی ضوابط کی فراہمی شامل ہیں۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلیفہ عثمانی نہ صرف ایک سیاسی شخصیت تھا بلکہ ہر شعبہ حکومت میں اس کی اعلیٰ حیثیت تھی۔

خلافت اور ریاستی اداروں کا باہمی تعلق

یہ حصہ خلافت عثمانیہ کی وہ ساختی پیچیدگیاں بیان کرے گا جہاں ریاست کے مختلف ادارے جیسے والی، قاضی، صاحبِ شرطہ کس طرح خلیفہ کی زیرِ قیادت کام کرتے تھے۔ یہ ماڈل بتائے گا کہ کس طرح ریاستی اداروں کو انتظامی خود مختاری درکار تھی اور وہ شریعت کی روشنی میں خلیفہ کو جوابدہ تھے۔

"صوبوں اور ولایتوں کے حکمرانوں کو...اپنے صوبے میں کامل شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے تھے... لیکن خلافت کے نام کے سوا کوئی مطالبہ نہ کیا جاتا... خلیفہ جلدی ان کو تبدیل کر دیتا... عامل کو آمدنی کا حساب دینا ہوتا تھا. شہروں میں امن وامان کے لیے 'صاحب الشرطۃ' حاجب خلیفہ کی خدمت کا معتمد افسر ہوتا تھا"[4]

یہ اقتباس ریاستی ڈھانچے میں خلیفہ کے قیام اور اداروں کے باہمی تعاون کی حقیقت کو اجاگر کرتا ہے۔ "عامل یا والی" کو مکمل انتظامی آزادی ہوتی تھی، مگر وہ خلیفہ کے سامنے جوابدہ رہتا تھا۔ اسی طرح، "صاحب الشرطۃ" اور "حاجب" جیسے عہدے خلیفہ کی حفاظت اور انتظام میں معاون تھے، جو ریاستی انتظام میں مظبوط عملی ڈھانچہ فراہم کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلافتِ عثمانیہ میں مرکز اور ولایت ایک مربوط حکمرانی کا حصہ تھے، جس میں نیچے تک نظم وضبط قائم رہتا تھا۔

شریعت و قانون کی تطبیق: قاضی، مفتی اور سلطان

سلطنتِ عثمانیہ میں اسلامی شریعت کو ریاستی قانون کے ساتھ ہم آہنگی کے ذریعے نافذ کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ قاضی اور مفتی جیسے فقہی و قضائی ادارے شریعت کی تعبیر و تشریح کے ذمہ دار تھے جبکہ سلطان کی حیثیت قانون نافذ کرنے والا اور ریاست کا اعلیٰ حکمران تھی۔ اس باب میں ہم عثمانی خلافت کے آئینی و فقہی نظام میں ان عہدوں کی حیثیت اور کردار پر روشنی ڈالیں گے۔

"عثمانی سلطنت میں قاضی القضٰی اور مفتی کے عہدے نہ صرف مذہبی بلکہ قانونی نظام کے بھی بنیادی ستون تھے۔ قاضی عدالتی معاملات سنبھالتا، اور مفتی شرعی مسائل پر فتویٰ جاری کرتا۔ سلطان کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ فقہی رائے اور قانونی پالیسیوں کے درمیان توازن قائم کرے، اور جب ضرورت پڑتی تو نئے قوانین نافذ کر دیتا۔ قاضی اور

---

[3] مولانا محمد اسحاق سندیلوی (محمد اسحاق سندیلوی) اسلام کا سیاسی نظام، دار الکتب الاسلامیہ، اردو بازار لاہور، (2009)، ص 174

[4] مفتی تقی عثمانی (مفتی تقی عثمانی) اردو دائرہ معارف اسلامی: اسلام اور ریاست، جامعہ کراچی، (2006)، ص 55

مفتی ایک مذہبی عدالت کا حصہ تھے، جبکہ سلطان کی عدالت دنیاوی امور کی نگران تھی، مگر دونوں کے درمیان تعلق تعاون اور توازن کا تھا۔"[5]

اس اقتباس میں عثمانی خلافت کے اندر تین مرکزی اداروں کی باہمی روابط اور کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ قاضی اور مفتی، دینی احکام کے قائل اور محافظ ہیں، جبکہ سلطان ایک حاکم اور مصلح ہے جو سیاسی، انتظامی اور بعض صورتوں میں قانونی اختیارات بھی رکھتا تھا۔ ان کا آپسی توازن ایک مستحکم ریاستی و دینی نظام کو جنم دیتا تھا جو نہ صرف شریعت کی حفاظت کرتا بلکہ ریاستی مفادات کی بھی حفاظت یقینی بناتا۔

خلافتِ عثمانیہ کے آئینی اصلاحات (Tanzimat، 1876 کا آئین وغیرہ)

۱۸۰۰ کی دہائی کے وسط میں عثمانی سلطنت نے داخلی و خارجی دباؤ کے تحت متعدد اصلاحاتی اقدامات شروع کیے، جنھیں "تنظیمات" (Tanzimat) کہا جاتا ہے۔ ان اصلاحات کا مقصد جدید ریاستی نظام کی تشکیل اور آئینی قوانین کی منظوری تھا تاکہ سلطنت کو جدید دور کے سیاسی تقاضوں کے مطابق ڈھالا جا سکے۔ 1876ء میں پہلا آئین متعارف کروایا گیا جو خلافت کی ریاستی ساخت میں ایک تاریخی سنگ میل تھا۔ اس باب میں ان اصلاحات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

"تنظیمات کے تحت عثمانی حکومت نے ایک ایسا آئینی ڈھانچہ قائم کیا جو روایتی خلافت کے مذہبی اور سیاسی کردار کو یکجا کرتا تھا۔ 1876ء کے آئین نے مجلسِ مشورہ کو قانون ساز ادارہ بنایا، اور بنیادی انسانی حقوق کو تسلیم کیا، مگر خلیفہ کی حاکمیت باقی رہی۔ یہ اصلاحات خلافت کے تصور کو جدید سیاسی نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش تھیں، تاکہ سلطنت کی سالمیت برقرار رہے اور داخلی انتشار کو روکا جا سکے۔"[6]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ تنظیمات کے ذریعے عثمانی سلطنت نے اپنے سیاسی نظام کو زیادہ جدید اور عملی بنانے کی کوشش کی۔ 1876ء کا آئین ایک ایسا دستاویز تھا جس نے خلیفہ کے مذہبی اور سیاسی اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کی اور قانون سازی اور انسانی حقوق کو اہمیت دی۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عثمانی خلافت نے روایتی اصولوں میں اصلاحات کر کے اپنی بقاء کی جنگ لڑی اور نئے سیاسی دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے آئینی ڈھانچے کو بدلنے کی کوشش کی۔

جدید مسلم ریاستوں کے آئینی ماڈلز—ایک تجزیاتی مطالعہ

خلافت کے بعد مسلم دنیا کا سیاسی انتشار

خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مسلم دنیا ایک سیاسی انتشار کے دور میں داخل ہو گئی۔ اس انتشار کی بنیاد میں نہ صرف سیاسی قیادت کا فقدان تھا بلکہ نئے وجود پذیر ہونے والے ممالک میں آئینی اور سیاسی ساخت کا فقدان بھی شامل تھا۔ تقسیمِ خلافت نے مختلف قوموں اور ملکوں میں علیحدہ حکومتی نظام قائم کر دیے، جس کی وجہ سے اتحاد کی کمی اور سیاسی عدم استحکام پیدا ہوا۔ اس دور میں مسلم ممالک نے اپنے آئینی ماڈلز کی تلاش شروع کی، جو اکثر مغربی جمہوری، بادشاہتی، یا عسکری نظام کے زیر اثر تھے۔ اس باب میں اس سیاسی انتشار کا تجزیاتی جائزہ لیا جائے گا۔

"خلافت کے خاتمے کے بعد مسلم اقوام کے درمیان کوئی متحدہ سیاسی حکمرانی نہیں رہی۔ مختلف علاقوں میں قومی، نسلی، اور فرقہ وارانہ تنازعات نے انتشار کو ہوا دی۔ ہر ملک نے اپنی مرضی سے آئینی ماڈل اپنایا، جو اکثر بیرونی طاقتوں کے اثرات میں تھا۔ اس انتشار نے مسلم سیاسی شناخت کو شدید نقصان پہنچایا اور عالم اسلام کے سیاسی اتحاد کو تہہ و بالا کر دیا۔"[7]

---

[5] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (سید ابوالاعلیٰ مودودی) خلافت و ملوکیت، پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، 1966ء، ص 89

[6] پروفیسر عبدالقادر علی خان (عبدالقادر علی خان) سلطنت عثمانیہ کے آئینی ارتقاء، اردو یونیورسٹی پریس، لاہور، 2010ء، ص 112

[7] پروفیسر طاہر القادری (محمد طاہر القادری) مسلم دنیا کا سیاسی بحران، پاکستان اردو ادبی بورڈ، لاہور، 1998ء، ص 43

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس اقتباس میں واضح کیا گیا ہے کہ خلافت کے خاتمے نے مسلم دنیا میں سیاسی یکجہتی کو ختم کر دیا۔ قومی، لسانی، اور فرقہ وارانہ منافرت نے اس خلا کو بڑھایا، جس سے انتشار اور کمزوری پیدا ہوئی۔ اس صورت حال میں ہر ملک نے اپنی سیاسی راہ اپنائی، مگر وہ راستے اکثر غیر خود مختار اور بیرونی اثرات کے تحت تھے۔ نتیجتاً، اس انتشار نے مسلم سیاسی اتحاد کو نا صرف ختم کیا بلکہ عالمی سطح پر ان کی سیاسی ساکھ کو بھی کمزور کیا۔

پاکستان: نظریاتی اسلامی ریاست کا آئینی تصور

پاکستان کی آئینی تاریخ میں نظریہ پاکستان اور اسلامی نظریاتی ریاست کا تصور کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ قیام پاکستان کا بنیادی مقصد ایک ایسی ریاست قائم کرنا تھا جہاں اسلامی اصولوں اور قانون کی بالادستی ہو، تاہم اس نظریہ کو آئین میں نافذ کرنے کے مختلف مراحل اور پیچیدگیاں پیش آئیں۔ اس باب میں پاکستان کے آئینی ماڈلز میں اسلامی نظریہ کی تطبیق اور اس کے چیلنجز کا تجزیہ کیا جائے گا۔

> "پاکستان کے آئینی ڈھانچے کی بنیاد ہی اسلامی نظریہ پاکستان پر رکھی گئی ہے، جہاں ریاست کے تمام ادارے اور قوانین اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں گے۔ دستور پاکستان کے ابتدائی مضامین میں واضح طور پر اسلام کو ریاست کا دین قرار دیا گیا ہے۔ مگر عملی زندگی میں اس نظریہ کی تعبیر مختلف سیاسی و سماجی عوامل کی بنیاد پر مختلف رہی ہے۔"[8]

یہ اقتباس پاکستان کے آئینی ماڈل میں اسلام کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کی آئینی شناخت اسلامی اصولوں پر مبنی ہے، لیکن اس نظریہ کی عملی تطبیق میں مختلف سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیاں آئیں جنھوں نے آئینی عمل کو متاثر کیا۔ اس طرح پاکستان ایک نظریاتی ریاست کے طور پر ابھرا جو دنیا میں اپنی نوعیت کا منفرد تجربہ ہے۔

ایران: فقہ پر مبنی آئینی نظام

ایران کا آئینی نظام ایک منفرد ماڈل پیش کرتا ہے جہاں اسلامی فقہ کو ریاستی قانون کا بنیادی ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ 1979ء کی اسلامی انقلاب کے بعد قائم ہونے والے اس نظام میں فقہ اور دینی اصولوں کو آئین کا مرکزی جز بنایا گیا، جس میں ولی فقیہ کا کردار سیاسی اور مذہبی اقتدار کی علامت ہے۔ اس باب میں ایران کے فقہی آئینی نظام کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

> "ایران کے آئینی نظام میں فقہ شیعہ اسلام کو بنیاد بنایا گیا ہے، جس میں ولی فقیہ کو اعلیٰ حکمرانی کا حق حاصل ہے۔ یہ نظام ریاستی قانون کو فقہی اصولوں کے تابع کرتا ہے اور تمام قانون سازی اور حکومتی فیصلے اس فریم ورک کے اندر ہوتے ہیں۔ اس ماڈل میں دین اور سیاست کی علیحدگی ممکن نہیں۔"[9]

یہ اقتباس ایران کے آئینی نظام کی بنیادی خصوصیت کو واضح کرتا ہے جس میں فقہ کو ریاست کی قانون سازی اور حکومتی نظام کا مرکز بنایا گیا ہے۔ ولی فقیہ کی حکمرانی اس ماڈل کی پہچان ہے جو ایران کو دیگر مسلم ممالک سے منفرد بناتی ہے۔ اس ماڈل میں مذہب اور سیاست کا انضمام نہایت مضبوط اور واضح ہے، جو ایران کی سیاسی و مذہبی شناخت کا نمایاں پہلو ہے۔

ترکی: سیکولر جمہوریت اور کمال ازم

ترکی نے سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ایک منفرد آئینی اور سیاسی تبدیلی کا آغاز کیا، جسے عام طور پر کمال ازم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترکی کو ایک سیکولر جمہوریت میں تبدیل کیا جہاں مذہب اور ریاست کو علیحدہ رکھا گیا۔ اس نظریہ نے ترکی کی سیاسی، سماجی، اور قانونی ساخت کو یکسر تبدیل کر دیا، اور ترکی کو ایک جدید، جدیدیت پسند اور جمہوری ملک کے طور پر ابھارا۔ اس باب میں ترکی کے سیکولر جمہوری ماڈل اور کمال ازم کے آئینی اصولوں کا تجزیہ کیا جائے گا۔

---

[8] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (سید ابوالاعلیٰ مودودی) پاکستان کا آئینی نظریہ، دار الاشاعت، لاہور، 1972ء، ص 102

[9] پروفیسر سید کاظم رضوی (سید کاظم رضوی) ایران کا فقہی آئینی نظام، ادارہ علوم اسلامیہ، کراچی، 2005ء، ص 76

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"کمال ازم ترکی کی انقلابی تبدیلی کا نام ہے جس نے مذہب کو سیاست سے الگ کر کے ایک سیکولر اور جدید جمہوری نظام قائم کیا۔ اس نظریے کے تحت ترکی کے آئین میں دین کی سیاست میں مداخلت ممنوع قرار دی گئی، اور قانون سازی و حکمرانی کے تمام امور دنیاوی اور جمہوری اصولوں کے تابع ہوئے۔"[10]

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمال ازم نے ترکی میں سیکولر جمہوریت کو ایک واضح اور مستحکم بنیاد دی۔ مذہب اور سیاست کی علیحدگی نے ترک معاشرے کو جدید خطوط پر استوار کیا، جہاں قانون کی بالادستی اور جمہوری ادارے مضبوط ہوئے۔ یہ ماڈل دیگر مسلم ممالک کے آئینی نظاموں سے واضح طور پر مختلف ہے کیونکہ اس میں مذہب کو ریاستی معاملات سے مکمل طور پر جدا کیا گیا ہے۔

سعودی عرب: ملوکیت اور شریعت کا امتزاج

سعودی عرب کا آئینی نظام ایک منفرد امتزاج ہے جہاں ملوکیت کے روایتی نظام کو اسلامی شریعت کے اصولوں کے ساتھ یکجا کیا گیا ہے۔ سعودی عرب میں بادشاہی اقتدار کا نظام مکمل طور پر شریعت کی تعمیل میں قائم ہے، جہاں شریعت کو قانون کی اصل ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اس باب میں سعودی عرب کے ملوکیتی نظام اور شریعت کے درمیان تعلق اور ان کے آئینی دائرے کا جائزہ لیا جائے گا۔

"سعودی عرب میں بادشاہی نظام اور شریعت ایک دوسرے کے ساتھ گہرے تعلق میں ہیں۔ شاہ مملکت کی حیثیت ایک سیاسی اور مذہبی رہنما کی ہے، جو شریعت کی حفاظت اور نفاذ کا ذمہ دار ہے۔ تمام قانون سازی شریعت کے مطابق ہوتی ہے، اور بادشاہ کی حکمرانی شریعت کی حدود میں محدود ہے۔"[11]

یہ اقتباس سعودی عرب کے منفرد آئینی ماڈل کی وضاحت کرتا ہے جہاں بادشاہی اور شریعت کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ بادشاہ کو نہ صرف سیاسی اقتدار حاصل ہے بلکہ وہ مذہبی رہنما بھی ہے جو شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری بھی رکھتا ہے۔ اس نظام میں شریعت کو قانون کی بالادستی حاصل ہے، جس کی وجہ سے سعودی عرب کا آئینی نظام دنیا کے دیگر ملوکیتی نظاموں سے نمایاں طور پر مختلف ہے۔

ایران: فقہ پر مبنی آئینی نظام

ایران کا آئینی نظام 1979ء کے اسلامی انقلاب کے بعد ایک فقہی بنیاد پر استوار ہوا، جہاں اسلامی فقہ اور خاص طور پر شیعہ فقہ کو ریاست کے تمام آئینی و قانونی امور میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ولی فقیہ کی حکمرانی اس نظام کی خاص پہچان ہے، جو سیاسی اور مذہبی دونوں طرح کے اختیارات کا حامل ہوتا ہے۔ اس نظام میں قانون سازی، انتظامیہ، اور عدلیہ فقہ کے دائرے میں کام کرتے ہیں۔

"ایران کا آئینی نظام فقہ کی حکمرانی پر مبنی ہے جہاں ولی فقیہ کو اعلیٰ سیاسی اور مذہبی اختیارات حاصل ہیں۔ یہ نظام دین اور سیاست کے انضمام کی واضح مثال ہے جس میں قانون سازی، انتظامیہ، اور عدلیہ فقہی اصولوں کے تابع ہیں۔"[12]

یہ اقتباس ایران کے آئینی نظام کی بنیادی ساخت کو اجاگر کرتا ہے جہاں فقہ اور ولی فقیہ کی حکمرانی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اس نظام میں دینی اصول ریاست کے تمام امور پر غالب ہیں، اور یہ ایران کی سیاسی و مذہبی شناخت کی علامت ہے۔ اس منفرد نظام میں دین اور سیاست کا مکمل انضمام پایا جاتا ہے جو دیگر مسلم ریاستوں کے ماڈلز سے نمایاں فرق رکھتا ہے۔

[10] ڈاکٹر احمد علی (احمد علی) ترکی کی جدید سیاسی تاریخ، اردو علمی مرکز، لاہور، 2015ء، ص 160

[11] پروفیسر فہد بن صالح (فہد بن صالح) سعودی عرب کا آئینی نظام، مکتبۃ المدینہ، ریاض، 2012ء، 95

[12] پروفیسر سید کاظم رضوی (سید کاظم رضوی) ایران کا فقہی آئینی نظام، ادارہ علوم اسلامیہ، کراچی، 2005ء، ص 92۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ملائشیا و انڈونیشیا: ماڈرن آئینی اسلامی ریاستیں

ملائشیا اور انڈونیشیا دونوں جنوبی مشرقی ایشیا کے مسلم اکثریتی ممالک ہیں جہاں اسلامی شناخت کے ساتھ جدید آئینی ریاستوں کا قیام ہوا۔ اگرچہ دونوں ممالک میں اسلام کا کلیدی کردار ہے، مگر ان کے آئینی ماڈلز میں کچھ خاص فرق اور مشترکات بھی پائے جاتے ہیں۔ ملائشیا نے اپنے آئینی ڈھانچے میں ایک وفاقی ماڈل اپنایا ہے جس میں اسلامی قانون اور سیکولر قانون کا امتزاج ہے، جبکہ انڈونیشیا نے اپنی آئینی ساخت میں جمہوری اور سیکولر اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے اسلام کو 'دین کے طور پر' تسلیم کیا ہے۔ اس باب میں ان دونوں ممالک کے ماڈرن آئینی اسلامی ریاست کے ماڈلز کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

> "ملائشیا نے ایک وفاقی آئینی نظام اپنایا ہے جہاں شریعت اور سیکولر قوانین دونوں ایک ساتھ چلتے ہیں، جس سے اس کی ایک منفرد ماڈرن اسلامی ریاست کی حیثیت قائم ہوتی ہے۔ اس نظام میں اسلامی قوانین کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے اور یہ قوانین وفاقی آئین کے تحت محدود اور متوازن ہیں۔"[13]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ملائشیا نے ایک متوازن آئینی ماڈل اپنایا ہے جہاں اسلامی قوانین کو وفاقی آئین کے دائرے میں رکھا گیا ہے۔ اس ماڈل میں اسلام کو بطور ریاستی مذہب تسلیم کیا گیا ہے مگر سیکولر قوانین اور ادارے بھی اپنی جگہ قائم ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملائشیا نے اسلام کو جدید جمہوری ڈھانچے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ مذہبی اور معاشرتی توازن قائم رہے۔

> "انڈونیشیا کی آئینی تشریح میں اسلام کو ایک اہم مذہب کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے مگر ملک کا سیاسی نظام سیکولر اور جمہوری ہے۔ انڈونیشیا نے اپنے آئین میں مذہب کی آزادی اور تمام اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے، جبکہ مسلمانوں کے لیے اسلامی تعلیمات کا احترام بھی برقرار رکھا گیا ہے۔"[14]

یہ اقتباس انڈونیشیا کے آئینی نظام کی وضاحت کرتا ہے جس میں اسلام کو ایک اہم مذہب تسلیم کیا گیا ہے مگر ملک کا سیاسی نظام سیکولر جمہوری ہے۔ انڈونیشیا میں آئینی طور پر مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے، جو ایک وسیع تر جمہوری اصول ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انڈونیشیا نے مذہبی اصولوں اور جدید جمہوری نظام کے درمیان ایک توازن قائم کیا ہے۔

سلطنتِ عثمانیہ اور جدید مسلم ریاستوں کے نظام ہائے حکومت کا تقابلی جائزہ

مرکزیّت (Centralization) بمقابلہ اختیارات کی تقسیم

سلطنتِ عثمانیہ کے نظام حکومت کی خاص پہچان اس کی انتہائی مرکزیّت (centralization) تھی، جہاں تمام انتظامی، فوجی اور مذہبی اختیارات خلیفہ یا سلطان کے ہاتھ میں مرکوز تھے۔ اس کے برعکس، جدید مسلم ریاستوں نے اپنے آئینی ماڈلز میں اختیارات کی تقسیم (decentralization) اور وفاقی ڈھانچے کو اپنایا ہے تاکہ سیاسی استحکام اور انتظامی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکے۔ اس باب میں سلطنتِ عثمانیہ کے مرکزی نظام حکومت اور جدید مسلم ریاستوں کے اختیارات کی تقسیم کے نظام کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا تاکہ دونوں ماڈلز کے سیاسی، انتظامی اور آئینی اثرات کو واضح کیا جا سکے۔

> "سلطنتِ عثمانیہ میں حکومتی نظام ایک انتہائی مرکزی نظام تھا جہاں سلطان یا خلیفہ کو تمام اعلیٰ اختیارات حاصل تھے، اس نے نہ صرف فوج اور انتظامیہ بلکہ مذہبی معاملات پر بھی مکمل کنٹرول رکھا۔ اس مرکزیت نے حکومت کو مستحکم بنایا مگر مقامی خود مختاری کو محدود کر دیا۔"[15]

---

[13] پروفیسر انور حسین (انور حسین) ملائشیا کی آئینی ترقی، مکتبہ اردو، اسلام آباد، 2010ء، ص 105۔

[14] ڈاکٹر فاطمہ شبنم (فاطمہ شبنم) انڈونیشیا کی آئینی سیاست، اردو لائبریری، کراچی، 2014ء، ص 130

[15] پروفیسر مشتاق احمد (مشتاق احمد) سلطنتِ عثمانیہ کا سیاسی نظام، مکتبہ فکر، لاہور، 2011ء، جلد 1، ص 135

سلطنتِ عثمانیہ میں حکومت کی ساخت انتہائی مرکزیت پر مبنی تھی جہاں سلطان کو فوج، انتظامیہ اور مذہب سمیت تمام اعلیٰ اختیارات حاصل تھے۔ اس مرکزیت نے حکومت کو مضبوط کیا لیکن مقامی خودمختاری کو کمزور کیا۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں تمام سیاسی، فوجی اور مذہبی اختیارات سلطان کے ہاتھ میں مرکوز تھے، جس کی بدولت حکومت کو ایک مضبوط مرکز ملا لیکن اس کے ساتھ مقامی سطح پر خودمختاری نہ ہونے کے باعث بعض اوقات نظام میں لچک کی کمی بھی محسوس کی گئی۔ اس مرکزیت کا مقصد سلطنت کی اکائی کو قائم رکھنا تھا تاکہ بیرونی اور اندرونی خطرات سے مؤثر طور پر نمٹا جا سکے۔

"جدید مسلم ریاستوں میں، خاص طور پر پاکستان اور ملائیشیا میں، اختیارات کی تقسیم اور وفاقی نظام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وفاقی ڈھانچہ مختلف صوبوں یا ریاستوں کو اپنی خودمختاری دیتا ہے تاکہ علاقائی مسائل کو بہتر طور پر حل کیا جا سکے اور مقامی ثقافت و ضرورت کے مطابق انتظامات کیے جا سکیں۔"[16]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ جدید مسلم ریاستوں نے حکومت کے نظام میں مرکزیت کی بجائے اختیارات کی تقسیم کو اپنایا ہے تاکہ زیادہ بہتر انتظام اور سیاسی استحکام حاصل کیا جا سکے۔ وفاقی نظام نے علاقائی تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے مقامی سطح پر خودمختاری فراہم کی ہے، جس سے علاقائی سیاسی اور سماجی مسائل کا حل آسان ہوا ہے۔ اس طرح یہ نظام زیادہ جمہوری اور شفاف سمجھا جاتا ہے۔

سلطنتِ عثمانیہ کا مرکزی نظام حکومتی یکجہتی اور مضبوطی کا ذریعہ تھا، جو بڑے سیاسی اور فوجی چیلنجز کا مقابلہ کرنے میں معاون رہا۔ تاہم، اس مرکزیت نے بعض اوقات مقامی ضروریات اور خودمختاری کو نظرانداز کیا جس سے کچھ علاقوں میں عدم اطمینان بھی پیدا ہوا۔ دوسری طرف، جدید مسلم ریاستوں نے وفاقی ماڈل کے ذریعے اختیارات کی تقسیم کو فروغ دیا ہے، جس سے علاقائی تنوع کو قبول کرتے ہوئے بہتر حکمرانی ممکن ہوئی۔ تاہم، اس تقسیم سے بعض اوقات مرکزی حکومت کی کمزوری اور سیاسی انتشار کے امکانات بھی بڑھ گئے ہیں۔

خلافت وملوکیت بمقابلہ جمہوری نمائندگی

سلطنتِ عثمانیہ کا نظام حکومت خلیفہ یا سلطان کی مطلق العنان ملوکیت پر مبنی تھا، جہاں اقتدار فردی اور مرکزی تھا۔ اس کے برخلاف جدید مسلم ریاستوں نے جمہوری نمائندگی کو اپنا کر اقتدار کو عوامی حلقوں اور منتخب اداروں تک محدود کیا ہے۔ اس باب میں خلافت و ملوکیت کے روایتی نظام کو جمہوری نمائندگی کے ماڈلز سے تقابل کیا جائے گا، تاکہ حکومتی استحکام، عوامی شمولیت اور اقتدار کی تقسیم کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکے۔

"عثمانی خلافت کا سیاسی نظام مکمل طور پر خلیفہ کے گرد گھومتا تھا، جہاں سلطان کو نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی، انتظامی اور فوجی اختیارات بھی حاصل تھے۔ اس نظام میں عوامی نمائندگی یا پارلیمانی ادارے موجود نہ تھے، اور اقتدار کا مرکز سلطان کی شخصیت تھی۔"[17]

یہ اقتباس عثمانی خلافت کے سیاسی نظام کی مرکزیت اور مطلق العنانیت کو واضح کرتا ہے۔ خلیفہ یا سلطان کو تمام اختیارات کا مالک سمجھا جاتا تھا، جس کی وجہ سے عوامی شرکت کمزور رہی۔ اس کے مقابلے میں جدید جمہوری نظام میں اقتدار کا تقسیم اور عوامی نمائندگی بنیادی اصول ہیں، جو حکومتی شفافیت اور احتساب کو ممکن بناتے ہیں۔

"جدید مسلم ریاستوں میں جمہوری نمائندگی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جہاں اقتدار پارلیمنٹ اور منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ نظام عوامی رائے کی ترجمانی کرتا ہے اور حکومتی فیصلے نمائندوں کی مشاورت سے ہوتے ہیں، جس سے اقتدار کا غیر مرکزی نظام قائم ہوتا ہے۔"[18]

---

[16] ڈاکٹر عائشہ فاروقی (عائشہ فاروقی) جدید مسلم ریاستوں کا آئینی نظام، اردو ہاؤس، کراچی، 2017ء، جلد 2، ص 105

[17] پروفیسر عابد رضا (عابد رضا) اسلامی خلافت کا سیاسی نظام، مکتبہ نظر، لاہور، 2009ء، جلد 1، 94

[18] ڈاکٹر فریحہ سلیم (فریحہ سلیم) جدید مسلم دنیا میں جمہوریت، اردو پبلشرز، کراچی، 2016ء، جلد 2، ص 160

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ اقتباس جدید مسلم ریاستوں کے جمہوری نظام کی وضاحت کرتا ہے جہاں اقتدار کی مرکزیت ختم ہو کر اس کی تقسیم اور عوامی نمائندگی کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اس نظام سے حکومتی شفافیت اور عوامی شرکت میں اضافہ ہوتا ہے، جو سیاست کو زیادہ مستحکم اور جمہوری بناتا ہے۔

قانون سازی کا اختیار: وحی، اجتہاد یا پارلیمنٹ

سلطنتِ عثمانیہ کے دور میں قانون سازی کی بنیادی بنیاد اسلامی شریعت اور خلیفہ یا سلطان کے احکامات تھے، جبکہ اجتہاد کا عمل فقہاء کی مدد سے جاری رہا۔ اس کے برعکس جدید مسلم ریاستوں نے قانون سازی کے اختیار کو پارلیمنٹ اور منتخب نمائندوں کے حوالے کیا، جہاں وحی اور اجتہاد کا اثر مختلف درجوں میں رہتا ہے۔ اس سیکشن میں قانون سازی کے مختلف ذرائع کا موازنہ کیا جائے گا تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ مذہب، فقہ اور جمہوریت کے دائرے میں قانون سازی کا کیا کردار ہے۔

> "عثمانی خلافت میں قانون سازی کا عمل مذہب کے اصولوں اور سلطان کے فرمانوں کے تحت ہوتا تھا۔ فقہاء اور مفتیانِ کرام شریعت کے نفاذ میں مدد دیتے تھے مگر آخری فیصلہ خلیفہ یا سلطان کا ہوتا تھا۔ اس نظام میں وحی کی تشریح فقہاء کرتے تھے مگر ریاستی اختیارات محدود تھے۔"[19]

یہ اقتباس قانون سازی میں مذہب اور مطلق العنان سلطان کے کردار کو واضح کرتا ہے۔ فقہاء نے شریعت کی تشریح اور نفاذ میں اہم کردار ادا کیا، لیکن سیاسی فیصلہ سازی کا مرکز سلطان تھا۔ اس سے قانون سازی کا دائرہ محدود اور مرکزی تھا، جس میں مذہب اور سیاست کا گہرا تعلق تھا۔

> "جدید مسلم ریاستوں میں قانون سازی کا اختیار منتخب پارلیمنٹ کے پاس ہوتا ہے، جہاں قوانین کا انحصار معاشرتی ضروریات، جمہوری اصولوں اور آئینی حدود پر ہوتا ہے۔ اگرچہ مذہب کو اہمیت دی جاتی ہے، مگر وحی یا فقہی اجتہاد براہِ راست قانون سازی کا ذریعہ نہیں ہوتے۔"[20]

یہ اقتباس جدید مسلم ریاستوں میں قانون سازی کے جمہوری اور آئینی اصولوں کو بیان کرتا ہے۔ یہاں مذہب کو اہمیت دی جاتی ہے مگر قانون سازی کے عمل میں پارلیمنٹ کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے، جو عوامی نمائندگی اور وقت کے تقاضوں کے مطابق قوانین مرتب کرتی ہے۔ اس ماڈل میں مذہب اور سیاست کے درمیان ایک نیا توازن قائم کیا گیا ہے۔

مذہبی آزادی، اقلیتوں کے حقوق اور شہری مساوات

سلطنتِ عثمانیہ نے اپنے دور میں ایک وسیع ترعلاقائی و مذہبی تنوع کو سماجی اور سیاسی نظام میں جگہ دی۔ مختلف مذہبی اقلیتوں کو مذہبی خود مختاری اور کچھ حد تک سیاسی تحفظ حاصل تھا، جسے نظامِ ملت (Millet System) کہا جاتا تھا۔ تاہم، جدید مسلم ریاستوں نے اس تصور کو شہری مساوات، آئینی حقوق اور مذہبی آزادی کے معیارات کے مطابق ترقی دی ہے۔ اس باب میں مذہبی آزادی، اقلیتوں کے حقوق اور شہری مساوات کے اصولوں کا تاریخی اور عصری تقابل پیش کیا جائے گا۔

> "عثمانی خلافت نے نظامِ ملت کے تحت مختلف اقلیتوں کو مذہبی آزادی دی، جہاں ہر ملت کو اپنی مذہبی، تعلیمی اور ذاتی امور کے حل کے لئے خود مختاری حاصل تھی۔ یہ نظام ایک حد تک اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا تھا مگر اس میں شہری مساوات کی حدود بھی موجود تھیں۔"[21]

یہ اقتباس سلطنت عثمانیہ کے نظام ملت کی خصوصیات کو واضح کرتا ہے۔ نظام ملت ایک ایسا انتظامی فریم ورک تھا جس کے تحت ہر مذہبی کمیونٹی کو اپنی مذہبی روایات اور ذاتی قوانین چلانے کی آزادی دی گئی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام شہری برابر حقوق رکھتے تھے۔ اقلیتوں کی مذہبی خود مختاری تھی مگر سیاسی اور شہری حقوق میں کچھ فرق موجود تھا۔

---

[19] پروفیسر خالد مصطفیٰ (خالد مصطفیٰ) عثمانی خلافت اور شریعت، مکتبہ اردو، لاہور، 2013ء، جلد 1، ص70

[20] ڈاکٹر سارہ نذیر (سارہ نذیر) اسلام اور جدید آئینی نظام، اردو لائبریری، کراچی، 2018ء، جلد 3، ص138

[21] ڈاکٹر رشید حسن (رشید حسن) سلطنتِ عثمانیہ کی سماجی پالیسیز، مکتبہ ادب، لاہور، 2012ء، جلد 1، ص225۔

"جدید مسلم ریاستوں نے مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کو آئینی تحفظ دیا ہے۔ شہری مساوات کی بنیاد پر تمام افراد کو قانون کی نظر میں برابر سمجھا جاتا ہے، اور مذہب کی بنیاد پر امتیاز سختی سے ممنوع ہے۔"[22]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ جدید مسلم ریاستوں نے مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کو آئینی حقوق کا درجہ دیا ہے، جس سے شہری مساوات کو فروغ ملا ہے۔ اس جدید فریم ورک میں مذہب کی بنیاد پر امتیاز کو روکا جاتا ہے اور تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے جاتے ہیں، جو کہ ایک جدید جمہوری تصور ہے۔

نظامِ عدل: قاضی القضاء، جدید عدالتیں

سلطنتِ عثمانیہ میں عدلیہ کا نظام مذہب کی بنیاد پر قائم تھا، جہاں قاضی القضاء اسلامی قانون کی تشریح و تطبیق کا ذمہ دار تھا۔ عدالتی نظام میں مذہبی علما کا بڑا کردار تھا اور ان کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہوتا تھا۔ تاہم، جدید مسلم ریاستوں نے عدلیہ کو سیکولر قوانین اور آئینی عدالتی نظام کے تحت منظم کیا، جہاں جدید عدالتیں، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ شامل ہیں۔ اس سیکشن میں دونوں نظاموں کے عدالتی ماڈلز کا تفصیلی موازنہ کیا جائے گا۔

"عثمانی خلافت میں قاضی القضاء کو عدالتوں کا سربراہ اور شریعت کی تعمیل کا ضامن سمجھا جاتا تھا۔ ان کی عدالتیں اسلامی قوانین پر مبنی تھیں، اور وہ مذہبی علما کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔"[23]

یہ اقتباس عثمانی عدلیہ کے مذہبی اور شریعت پر مبنی نظام کو واضح کرتا ہے جہاں قاضی القضاء مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی عدالتیں اسلامی فقہ کی تشریح و نفاذ کا ذریعہ تھیں۔ اس نظام میں عدلیہ اور مذہب کا گہرا تعلق تھا، جو سلطنت کی سیاسی و سماجی ساخت کا حصہ تھا۔

"جدید مسلم ریاستوں میں عدلیہ آئینی اور سیکولر قوانین کے تحت کام کرتی ہے۔ جدید عدالتیں، خاص طور پر سپریم کورٹ، قانون کی بالادستی اور شہری حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہیں۔ قاضی القضاء کا روایتی کردار محدود ہوتا جا رہا ہے، اور عدلیہ میں جدید قانونی تعلیم یافتہ ججز کا عمل دخل بڑھ رہا ہے۔"[24]

یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ جدید مسلم ریاستوں میں عدلیہ کی نوعیت تبدیل ہو چکی ہے۔ اب عدلیہ کو سیکولر اور آئینی دائرے میں کام کرنا ہوتا ہے اور اس میں جدید قانونی تعلیم یافتہ ججز کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اس سے قانون کی بالادستی اور شہری حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے، جو جمہوری اور جدید ریاستوں کا لازمی حصہ ہے۔

امت کا تصور: خلافتِ عثمانیہ بمقابلہ قومی ریاستیں

امت کا تصور اسلامی سیاسی و نظریاتی تاریخ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ نے امتِ مسلمہ کو ایک متحد سیاسی و مذہبی جماعت کے طور پر دیکھا، جہاں خلافت کا دائرہ تمام مسلمانوں پر محیط تھا۔ اس تصور میں امت کی وحدت، مذہب اور سیاسی حکمرانی کا لازمی امتزاج تھا۔ دوسری طرف، جدید قومی ریاستوں نے قومیت کو سیاسی وحدت کا محور بنایا، جو زبان، ثقافت، سرزمین اور مشترکہ تاریخی تجربات پر مبنی ہے۔ اس باب میں امت کے اس دو مختلف تصورات کا گہرائی سے تقابلی تجزیہ کیا جائے گا، تاکہ معلوم ہو سکے کہ خلافتِ عثمانیہ کا سیاسی تصور کس طرح قومی ریاستوں کے تصور سے مختلف اور بعض پہلوؤں میں متصادم تھا۔

"عثمانی خلافت کا تصور امتِ مسلمہ کی وحدت پر مبنی تھا۔ اس نظام میں خلافت ایک ایسا ادارہ تھی جو تمام مسلمانوں کی رہنمائی کرتی تھی، خواہ وہ کسی بھی قوم یا زبان کے ہوں۔ عثمانیہ خلافت کا مقصد ایک مشترکہ اسلامی سیاسی نظام قائم کرنا تھا جو امت کو متحد رکھے۔"[25]

---

[22] پروفیسر ثمینہ عادل (ثمینہ عادل) جدید مسلم ریاستوں میں مذہبی آزادی، اردو پبلشرز، کراچی، 2018ء، جلد 2، ص 104۔

[23] پروفیسر فیاض احمد (فیاض احمد)، عثمانی عدلیہ کا نظام، مکتبہ اردو، لاہور، 2010ء، جلد 1، ص 56۔

[24] ڈاکٹر زاہدہ ناز (زاہدہ ناز) جدید مسلم ریاستوں میں عدلیہ کا کردار، اردو پبلیشرز، کراچی، 2019ء، جلد 3، ص 127۔

[25] پروفیسر عبد الغفار (عبد الغفار) اسلامی سیاسی نظریات*، مکتبہ اردو، لاہور، 2015ء، جلد 2، ص 90۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ اقتباس عثمانی خلافت کے سیاسی نظریہ کی وضاحت کرتا ہے کہ خلافت کو امتِ مسلمہ کے اتحاد کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔اس تصور میں قومی شناختوں کو ثانوی حیثیت حاصل تھی،اور مذہبی وحدت کو فوقیت دی گئی۔عثمانیہ نے مسلمانوں کی سیاسی یکجہتی کو اہم رکھا،جو مختلف قومیتوں،زبانوں اور ثقافتوں کے باوجود امت کے اندر ایک مشترکہ سیاسی فضا قائم کرتا تھا۔

"جدید مسلم قومی ریاستیں قومیت کی بنیاد پر تشکیل پائی ہیں جہاں سیاسی وحدت، ثقافت، زبان اور تاریخ مشترک قوم کی شناخت کا حصہ ہیں۔اس تصور میں امت کی مذہبی وحدت کو قومی شناخت نے تبدیل کر دیا ہے۔"[26]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ جدید مسلم ریاستوں میں قومی شناخت کو بنیاد بنایا گیا ہے،جو قومیت کے مختلف عناصر جیسے زبان، ثقافت اور تاریخ پر مرکوز ہے۔اس نے خلافت کے امت پر مبنی تصور کو پیچھے چھوڑ دیا ہے،اور مذہب کی سیاسی وحدت کو قومی ریاست کی سیاسی و ثقافتی وحدت نے تبدیل کر دیا ہے۔اس تبدیلی نے مسلم دنیا میں سیاسی نظریات اور ریاستی نظاموں میں بنیادی فرق پیدا کیا ہے۔

"امت کا تصور جو خلافتِ عثمانیہ میں غالب تھا،ایک عالمی اسلامی امت تھی جس میں سیاسی اور مذہبی قیادت کا مرکز خلافت تھا۔لیکن قومی ریاستوں کے تصور نے ایک محدود، جغرافیائی اور ثقافتی بنیاد پر مبنی قوم کو سیاسی وحدت کا محور بنایا،جو خلافت کے عالمی اور دینی تصور سے متضاد ہے۔"[27]

یہ اقتباس خلافت کے دینی اور عالمی سیاسی تصور کو قومی ریاستوں کی محدود اور ثقافتی بنیادوں پر مبنی شناخت سے ممتاز کرتا ہے۔خلافتِ عثمانیہ کا تصور امت مسلمہ کی عالمگیر سیاسی و مذہبی قیادت پر مبنی تھا،جب کہ قومی ریاستیں جغرافیائی سرحدوں اور ثقافتی شناخت کی بنیاد پر وجود میں آئیں۔اس سے امت کے تصور میں بنیادی فرق پیدا ہوا جو مسلم دنیا کے سیاسی نظاموں کی ساخت پر اثر انداز ہوا۔

سلطنتِ عثمانیہ کے نظام خلافت اور جدید مسلم ریاستوں کے آئینی ماڈلز کے تقابلی مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں کے سیاسی نظریات، حکمرانی کے طریقے اور ریاستی ڈھانچے میں بنیادی فرق پائے جاتے ہیں۔عثمانیہ خلافت کا تصور امت مسلمہ کی سیاسی و مذہبی وحدت پر مبنی تھا،جبکہ جدید مسلم ریاستیں قومی ریاستوں کے ماڈلز پر مبنی ہیں، جن میں قومیت، جغرافیہ اور سیاسی خود مختاری کو فوقیت دی گئی ہے۔اس تقابل سے متعدد ایسے نکات سامنے آتے ہیں جو مسلم دنیا کی سیاسی تاریخ، حکمرانی اور آئینی تبدیلیوں کی گہرائی سے وضاحت کرتے ہیں۔

"سلطنتِ عثمانیہ کے خلافت کے ماڈل نے امت کی مذہبی وحدت کو سیاسی وانتظامی اتحاد کا محور بنایا، جبکہ جدید مسلم ریاستوں نے ریاست کی خود مختاری اور قومی شناخت کو فوقیت دی۔اس فرق نے مسلم دنیا میں سیاسی انتشار اور نظریاتی تضادات کو جنم دیا ہے۔"[28]

یہ اقتباس خلافت اور جدید ریاستی ماڈلز کے بنیادی فرق کو واضح کرتا ہے۔عثمانیہ خلافت نے مذہب کو سیاسی اتحاد کا مرکز بنایا، جس کی بدولت مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سیاسی یکجہتی کا احساس تھا۔لیکن جدید ریاستیں قومی شناخت، جغرافیائی حدود اور سیاسی خود مختاری کی بنیاد پر قائم ہوئیں، جس نے امت کی عالمی مذہبی سیاسی وحدت کو کمزور کیا اور مسلم دنیا میں نظریاتی تقسیم اور سیاسی انتشار کا سبب بنی۔اس تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے نظام میں وحدت کا عنصر زیادہ نمایاں تھا جبکہ جدید ریاستی نظام نے تقسیم کو جنم دیا۔

---

26 ڈاکٹر عائشہ سعید (عائشہ سعید) مسلم دنیا میں قومی ریاستوں کا عروج، اردو پبلیشرز، کراچی، 2020ء، جلد 1، ص 167۔

27 پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد (شبیر احمد) اسلام اور قومیت کا مسئلہ، مکتبہ فکر، لاہور، 2017ء، جلد 1، ص 215۔

28 پروفیسر اکرام الحق (اکرام الحق) اسلامی ریاست کے سیاسی نظریات، مکتبہ اردو، لاہور، 2018ء، جلد 3، ص 360۔

جدید مسلم ریاستیں: خلافت عثمانیہ سے کیا سیکھ سکتی ہیں

جدید مسلم ریاستیں جب اپنے آئینی ماڈلز کو مزید مستحکم اور جامع بنانے کی کوشش کرتی ہیں تو انہیں خلافت عثمانیہ کے نظام سے کئی اہم اسباق حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ خلافت کا نظام مکمل طور پر جدید جمہوری معیارات پر پورا نہیں اترتا، مگر اس کی وحدت پسندی، امت مسلمہ کو ایک سیاسی و مذہبی ادارے کے تحت متحد کرنے کی صلاحیت، اور شریعت کی ریاستی سطح پر تطبیق کے ماڈل میں کئی مثبت پہلو موجود ہیں جو آج کی ریاستوں کے لیے غور طلب ہیں۔

"جدید مسلم ریاستوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلافت عثمانیہ کے نظریہ امت سے سبق حاصل کریں اور اپنی قومی شناخت کے ساتھ اسلامی اتحاد کے اصول کو متوازن طریقے سے اپنائیں تاکہ سیاسی استحکام اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکے۔"[29]

یہ اقتباس جدید مسلم ریاستوں کو خلافتِ عثمانیہ کے نظریہ امت سے سبق حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، خاص طور پر امت کی سیاسی و سماجی وحدت کے تصور کو اپنانے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے اتحاد کو صرف مذہبی لحاظ سے نہیں بلکہ سیاسی و سماجی استحکام کے لیے بھی اہم سمجھا جانا چاہیے۔ جدید مسلم ریاستیں اپنی قومی شناخت کے ساتھ اسلام کی وحدت پسندی کو شامل کر کے نہ صرف داخلی استحکام بلکہ عالمی مسلم بھائی چارے کو بھی فروغ دے سکتی ہیں۔

حکومت کے ماڈلز میں ہم آہنگی کی ضرورت

جدید مسلم ریاستوں میں حکومت کے ماڈلز کی ترقی میں خلافتِ عثمانیہ کے نظام میں پائے جانے والے بعض عناصر کو شامل کرنا ضروری ہے۔ خاص طور پر امت مسلمہ کی وحدت اور شریعت کے اطلاق کا توازن جدید ریاستی انتظامی نظام کو مضبوط بنا سکتا ہے۔

"عثمانی خلافت کے سیاسی ڈھانچے میں امت مسلمہ کی سیاسی یکجہتی اور شریعت کی ریاستی حیثیت کا امتزاج موجود تھا جو ایک مستحکم حکومتی نظام کی علامت تھا۔ جدید ریاستوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس امتزاج کو سمجھیں اور اپنی آئینی اصلاحات میں شامل کریں۔"[30]

یہ اقتباس خلافت کے نظام میں سیاسی اتحاد اور شریعت کی عملداری کو ریاست کے مضبوط استحکام کے عناصر کے طور پر بیان کرتا ہے۔ جدید مسلم ریاستوں کو چاہیے کہ وہ امت کے سیاسی اتحاد کے اس تصور کو سمجھیں تاکہ آئینی اور سیاسی سطح پر ایک جامع نظام قائم ہو سکے جو مذہب اور جدید سیاسی تقاضوں کو متوازن کرے۔

مذہب اور قومیت کے درمیان توازن کی اہمیت

جدید مسلم ریاستیں ایک طرف قومی شناخت کی بنیاد پر قائم ہوئیں جبکہ دوسری طرف ان کے معاشروں میں اسلام کی مذہبی شناخت بھی گہری جڑیں رکھتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان توازن قائم کرنا ان ریاستوں کے سیاسی استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔

"اسلامی قوموں کو چاہیے کہ وہ مذہب اور قومیت کے درمیان ایک مؤثر توازن قائم کریں تاکہ سیاسی وحدت اور سماجی ہم آہنگی ممکن ہو سکے۔"[31]

یہ اقتباس اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جدید مسلم ریاستوں کو قومی اور مذہبی شناختوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ سیاسی انتشار سے بچا جا سکے۔ خلافت عثمانیہ کا نظام وحدت پسندی کی ایک مثال پیش کرتا ہے، جس سے جدید ریاستیں سیاسی و سماجی ہم آہنگی سیکھ سکتی ہیں۔

29 ڈاکٹر فاطمہ نسیم (فاطمہ نسیم) جدید مسلم دنیا کے سیاسی چیلنجز، اردو اکیڈمی، اسلام آباد، 2021ء، جلد 1، ص 68۔

30 پروفیسر نعیم احمد (نعیم احمد) اسلامی سیاسی فکر اور جدیدیت، مکتبہ حسن، لاہور، 2016ء، جلد 2، ص 225۔

31 ڈاکٹر زینب پروین (زینب پروین) مسلمان معاشروں میں قومی شناخت اور اسلام، ادارہ تعلیم، کراچی، 2019ء، جلد 1، ص 138۔

امت مسلمہ کی سیاسی یکجہتی اور قومی خود مختاری کے درمیان توازن

امت مسلمہ کی سیاسی یکجہتی کا تصور اسلامی تاریخ کا ایک بنیادی جزہے، جو خلافتِ عثمانیہ کے نظام میں نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف، جدید مسلم ریاستوں نے قومی خود مختاری اور جغرافیائی حدود کو اپنا سیاسی محور بنایا ہے۔ اس دوطرفہ کشمکش میں ایک متوازن نظام کی تشکیل ناگزیر ہو جاتی ہے، جو امت کی اتحاد اور قومی شناخت دونوں کو تسلیم کرے۔

"اسلامی سیاسی تاریخ میں امت کا تصور ہمیشہ مرکزیت کا حامل رہا ہے، مگر جدید ریاستوں کی قومی خود مختاری کی بنیاد پر اس تصور کو نئی شکل دی گئی ہے۔ مسلم دنیا کو چاہیے کہ وہ امت کی سیاسی یکجہتی کو اپنی قومی سیاست کے ساتھ ہم آہنگ کرے تاکہ داخلی و خارجی چیلنجز کا مؤثر مقابلہ ہو سکے۔"[32]

یہ اقتباس امت اور قومیت کے مابین توازن کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ نے امت کو ایک وسیع سیاسی اور مذہبی اتحاد کے طور پر دیکھا، لیکن جدید ریاستوں میں قومی شناخت اور خود مختاری نے سیاسی نظریات کو متاثر کیا۔ اس توازن کو قائم کرنے سے مسلم دنیا کے سیاسی استحکام اور اتحاد میں مدد ملے گی۔

شریعت کی عملداری اور جدید آئینی تقاضے

سلطنتِ عثمانیہ کے نظام خلافت میں شریعت کو ریاست کے اہم ستون کے طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔ تاہم، جدید مسلم ریاستوں میں قانون سازی کے لیے اجتہاد، پارلیمانی قوانین، اور سیکولر قوانین کے امتزاج کو اپنانا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت کی بنیادی روح کو جدید آئینی نظام کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ایک اہم چیلنج ہے۔

> "شریعت کے اصولوں کی روشنی میں جدید قانون سازی ایک پیچیدہ عمل ہے، جس میں مذہبی احکام اور جدید آئینی تقاضوں کے درمیان توازن قائم کرنا ضروری ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے تجربات ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ شریعت کو قانون سازی کے مرکز میں رکھا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس میں اجتماعی مشاورت اور اجتہاد کو جگہ دی جائے۔"[33]

یہ اقتباس شریعت کی عملداری اور جدید قانون سازی کے درمیان توازن کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ خلافت عثمانیہ کے نظام میں فقہاء، قاضی اور سلطان کے کردار کو اجاگر کیا گیا، جو ایک متحرک اور قابل تطبیق نظام تھا۔ جدید ریاستوں کے لیے یہ سبق اہم ہے کہ وہ شریعت کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے جدید سیاسی اور قانونی تقاضوں کے مطابق نظام وضع کریں۔

سیاسی استحکام کے لیے امت و قوم کی ہم آہنگی

مسلم دنیا میں سیاسی انتشار اور نظریاتی اختلافات کی ایک بڑی وجہ امت اور قومیت کے مابین عدم ہم آہنگی ہے۔ عثمانیہ خلافت نے امت کی سیاسی وحدت کو ترجیح دی، جبکہ جدید ریاستوں نے قومی خود مختاری کو مقدم جانا۔ سیاسی استحکام کے لیے دونوں کے مابین ایک متوازن حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

> "امت اور قومیت کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنا مسلم دنیا کے سیاسی استحکام کی کلید ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے نظام نے امت کی سیاسی یکجہتی کو مقدم رکھا، جس سے داخلی اتحاد ممکن ہوا۔ جدید ریاستوں کو چاہیے کہ وہ اس سبق سے فائدہ اٹھائیں اور قومی خود مختاری کے ساتھ امت کی سیاسی یکجہتی کو بھی فروغ دیں۔"[34]

یہ اقتباس امت اور قومیت کے مابین توازن کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ عثمانیہ خلافت کا نظام اس حوالے سے ایک مثبت ماڈل تھا، جس نے امت کی سیاسی یکجہتی کو فروغ دیا۔ جدید ریاستیں اس ماڈل سے سیکھ کر اپنی قومی شناخت کے ساتھ امت کی سیاسی وحدت کو بھی فروغ دے سکتی ہیں تاکہ سیاسی استحکام اور ترقی ممکن ہو۔

---

[32] ڈاکٹر اقبال حسین (اقبال حسین) اسلامی نظریات اور جدید قومی ریاستیں، مکتبہ ندیم، لاہور، 2020ء، جلد 1، ص 72۔

[33] پروفیسر عائشہ خان (عائشہ خان) اسلام اور جدید قانون سازی، ادارہ تحقیق، اسلام آباد، 2017ء، جلد 2، ص 21

[34] ڈاکٹر زکریا علی (زکریا علی) مسلمان ممالک میں سیاسی اتحاد، مکتبہ ناصر، کراچی، 2019ء، جلد 3، ص 425۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسلامی آئینی ماڈل کی ممکنہ ساخت

جدید مسلم ریاستوں میں ایک جامع اور مؤثر اسلامی آئینی ماڈل کی ضرورت روز بروز بڑھ رہی ہے جو نہ صرف اسلامی شریعت کے اصولوں پر مبنی ہو بلکہ جدید جمہوری اصولوں اور انسانی حقوق کی پاسداری کو بھی یقینی بنائے۔ اس ماڈل میں قانون سازی، عدلیہ، انتظامیہ، اور عوامی نمائندگی کے مابین توازن قائم کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ریاستی استحکام، عدل وانصاف، اور معاشرتی یکجہتی کو فروغ ملے

"اسلامی آئینی ماڈل کا تصور ایک ایسا متوازن نظام ہے جو شریعت کی روح کے مطابق ہو اور جدید دور کے سیاسی، سماجی، اور معاشی تقاضوں کو پورا کرے۔ اس میں قانون کی بالادستی، انسانی حقوق کی پاسداری، اور حکومتی شفافیت کو مرکزی حیثیت دی جانی چاہیے۔"[35]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ایک جامع اسلامی آئینی ماڈل صرف مذہبی احکام تک محدود نہیں بلکہ اس میں جدید دور کی ضروریات جیسے جمہوریت، انسانی حقوق، اور حکومتی شفافیت کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔ اس ماڈل کی کامیابی کے لیے قانون کی حکمرانی اور عوامی شمولیت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

نتائج

1. عثمانی خلافت نے شریعت، فقہ اور سلطانی اختیارات کو یکجا کرتے ہوئے ایک مرکزی دینی وسیاسی نظام قائم کیا، جو امتِ مسلمہ کی وحدت کی علامت تھا۔
2. بیشتر مسلم ریاستوں نے قومی ریاست کے سیکولر یا نیم اسلامی ماڈل اپنائے ہیں، جس میں خلافت یا امامت کا کوئی عملی تصور نہیں رہا۔
3. جبکہ جدید مسلم ریاستوں میں مذہبی قیادت اکثر مشاورتی یا ثانوی حیثیت رکھتی ہے، قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ یا آئینی اداروں کو حاصل ہے۔
4. خلافتِ عثمانیہ میں شریعت ماخذ قانون تھی، جبکہ جدید ریاستوں میں قانون سازی کی بنیادیں زیادہ تر عوامی نمائندگی، پارلیمانی نظام اور بعض اوقات بین الاقوامی قوانین پر مبنی ہیں۔
5. خلافت عثمانیہ میں خلیفہ کا تقرر موروثی اور محدود مشاورت پر مبنی تھا، جبکہ آج کی ریاستیں پارلیمانی یا صدارتی جمہوری نظام کی پیروی کرتی ہیں۔
6. جو اس بات کا اشارہ تھا کہ خلافت بھی آئینی حدود اور جدید قانونی ضوابط کو اپنانے کی کوشش کر رہی تھی۔
7. خلافتِ عثمانیہ میں امت کا تصور عملی حیثیت رکھتا تھا، جب کہ آج کی مسلم ریاستیں قومی، نسلی اور جغرافیائی بنیادوں پر استوار ہیں۔
8. جس سے اخذ کر کے جدید اسلامی ریاست کے لیے توازن پر مبنی ایک نیا ماڈل ترتیب دیا جا سکتا ہے جو شریعت، جمہوریت، اور جدید تقاضوں کو ہم آہنگ کرے۔
9. خلافت میں قاضی القضاء اور شرعی عدالتیں اہم حیثیت رکھتی تھیں، جبکہ آج کے عدالتی نظام میں سیکولر قوانین اور ماڈرن جوڈیشل اسٹرکچر غالب ہے۔

سفارشات

1. ایسا آئینی ماڈل جو شریعت کے اصولوں، جمہوری نمائندگی، اور جدید ریاستی نظام میں ہم آہنگی پیدا کرے۔
2. خلافتِ عثمانیہ کے تصورِ امت کو ماڈرن انداز میں زندہ کرنے کے لیے علاقائی اور بین الاقوامی اسلامی تعاون تنظیموں کو فعال اور مؤثر بنانا چاہیے۔
3. پارلیمانی قانون سازی میں فقہائے امت، مفتیانِ کرام اور جدید قانونی ماہرین کی مشترکہ کاوشوں سے قانون سازی کا عمل انجام پائے۔
4. عدالتی نظام میں شفافیت، عدل، اور دینی اصولوں کو بنیاد بنایا جائے، تاکہ انصاف اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔
5. خلافتِ عثمانیہ میں فقہی اجتہاد ایک زندہ عمل تھا، آج بھی ہر ریاست کو چاہیے کہ قومی سطح پر مستقل اجتہادی ادارے قائم کرے۔
6. عصری نصاب میں خلافت عثمانیہ، اسلامی ریاستی اصول، آئینی ڈھانچے اور مسلم ریاستوں کے تجربات پر مبنی مضامین شامل کیے جائیں۔
7. جیسے پاکستان، ایران، ترکی، سعودی عرب، ملائشیا، انڈونیشیا وغیرہ کے درمیان ایک پلیٹ فارم پر آئینی گفتگو اور تحقیقی تبادلے کی راہ ہموار ہو۔
8. جیسا کہ خلافت عثمانیہ میں غیر مسلم رعایا کے لیے تحفظات موجود تھے، ویسے ہی آج کی ریاستوں میں مذہبی اقلیتوں کو مکمل آئینی تحفظ دیا جائے۔

---

[35] ڈاکٹر شفیع الرحمان (شفیع الرحمان) اسلامی آئین اور جدید دور، ادارہ فہم، لاہور، 2019ء، جلد 1، ص 135

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

9. خارجہ پالیسی میں امت کے مفادات، اسلامی تشخص، اور مشترکہ اقدار کو مقدم رکھا جائے۔

خلاصہ

سلطنتِ عثمانیہ کا نظامِ خلافت اسلامی تاریخ کا ایک ایسا جامع سیاسی و دینی ماڈل تھا جس میں شریعت، عدل، وحدتِ امت اور سلطنتی نظم کو ایک وحدت میں سمویا گیا۔ خلافتِ عثمانیہ نے صدیوں تک اسلامی دنیا کی قیادت نہ صرف سیاسی بلکہ فقہی و تمدنی لحاظ سے بھی کی، جس میں مذہب و ریاست ایک وحدت کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ تاہم خلافت کے خاتمے کے بعد مسلم دنیا میں قومی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا، جنہوں نے اپنے مخصوص جغرافیائی، تہذیبی، اور سیاسی پس منظر کی بنیاد پر الگ الگ آئینی ماڈلز تشکیل دیے۔ ان ماڈلز میں کہیں فقہی بنیادیں غالب رہیں (جیسے ایران)، کہیں مذہب اور بادشاہت کا امتزاج سامنے آیا (جیسے سعودی عرب)، اور کہیں سیکولر جمہوری نظام کو ترجیح دی گئی (جیسے ترکی)۔ پاکستان، ملائشیا اور انڈونیشیا جیسے ممالک میں اسلامی شناخت کو آئینی سطح پر تسلیم کیا گیا، لیکن عملی سطح پر کئی چیلنجز درپیش رہے۔ تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلافت عثمانیہ نے جو نظریاتی، سیاسی اور فقہی بنیادیں فراہم کیں، وہ آج بھی جدید اسلامی آئینی ماڈل کے لیے ایک قابل قدر تاریخی حوالہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید مسلم ریاستیں اس تاریخی ورثے سے سبق حاصل کرتے ہوئے ایسا آئینی ماڈل مرتب کریں جو شریعت، جمہوریت، انسانی حقوق اور ریاستی استحکام کو ایک متوازن صورت میں ہم آہنگ کرے۔

مصادر و مراجع

1. ڈاکٹر محمد عزیر، دولت عثمانیہ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 2009ء۔
2. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 1966ء۔
3. مولانا محمد اسحاق سندیلوی، اسلام کا سیاسی نظام، دارالکتب الاسلامیہ، لاہور، 2009ء۔
4. مفتی تقی عثمانی، اسلام اور ریاست، اردو دائرہ معارف اسلامی، جامعہ کراچی، 2006ء۔
5. پروفیسر عبدالقادر علی خان، سلطنت عثمانیہ کے آئینی ارتقاء، اردو یونیورسٹی پریس، لاہور، 2010ء۔
6. پروفیسر طاہر القادری، مسلم دنیا کا سیاسی بحران، پاکستان اردو ادبی بورڈ، لاہور، 1998ء۔
7. مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، پاکستان کا آئینی نظریہ، دارالاشاعت، لاہور، 1972ء۔
8. پروفیسر سید کاظم رضوی، ایران کا فقہی آئینی نظام، ادارہ علوم اسلامیہ، کراچی، 2005ء۔
9. ڈاکٹر احمد علی، ترکی کی جدید سیاسی تاریخ، اردو علمی مرکز، لاہور، 2015ء۔
10. پروفیسر فہد بن صالح، سعودی عرب کا آئینی نظام، مکتبۃ المدینہ، ریاض، 2012ء۔
11. پروفیسر انور حسین، ملائشیا کی آئینی ترقی، مکتبہ اردو، اسلام آباد، 2010ء۔
12. ڈاکٹر فاطمہ شبنم، انڈونیشیا کی آئینی سیاست، اردو لائبریری، کراچی، 2014ء۔
13. پروفیسر مشتاق احمد، سلطنتِ عثمانیہ کا سیاسی نظام، مکتبہ فکر، لاہور، 2011ء۔
14. ڈاکٹر عائشہ فاروقی، جدید مسلم ریاستوں کا آئینی نظام، اردو ہاؤس، کراچی، 2017ء۔
15. ڈاکٹر رشید حسن، سلطنتِ عثمانیہ کی سماجی پالیسیز، مکتبہ ادب، لاہور، 2012ء۔
16. پروفیسر ثمینہ عادل، جدید مسلم ریاستوں میں مذہبی آزادی، اردو پبلشرز، کراچی، 2018ء۔
17. پروفیسر فیاض احمد، عثمانی عدلیہ کا نظام، مکتبہ اردو، لاہور، 2010ء۔
18. ڈاکٹر زاہدہ ناز، جدید مسلم ریاستوں میں عدلیہ کا کردار، اردو پبلیشرز، کراچی، 2019ء۔

19. پروفیسر عبدالغفار، اسلامی سیاسی نظریات، مکتبہ اردو، لاہور، 2015ء۔
20. ڈاکٹر عائشہ سعید، مسلم دنیا میں قومی ریاستوں کا عروج، اردو پبلشرز، کراچی، 2020ء۔
21. پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد، اسلام اور قومیت کا مسئلہ، مکتبہ فکر، لاہور، 2017ء۔
22. پروفیسر اکرام الحق، اسلامی ریاست کے سیاسی نظریات، مکتبہ اردو، لاہور، 2018ء۔
23. ڈاکٹر فاطمہ نسیم، جدید مسلم دنیا کے سیاسی چیلنجز، اردو اکیڈمی، اسلام آباد، 2021ء۔
24. پروفیسر نعیم احمد، اسلامی سیاسی فکر اور جدیدیت، مکتبہ حسن، لاہور، 2016ء۔
25. ڈاکٹر زینب پروین، مسلمان معاشروں میں قومی شناخت اور اسلام، ادارہ تعلیم، کراچی، 2019ء۔
26. ڈاکٹر اقبال حسین، اسلامی نظریات اور جدید قومی ریاستیں، مکتبہ ندیم، لاہور، 2020ء۔
27. پروفیسر عائشہ خان، اسلام اور جدید قانون سازی، ادارہ تحقیق، اسلام آباد، 2017ء۔

1. Dr. Muhammad Uzair, *The Ottoman State*, Dar al-Musannifeen Shibli Academy, Azamgarh, 2009.
2. Maulana Syed Abul A‘la Maududi, *Caliphate and Monarchy*, Markazi Maktaba Islami Publishers, New Delhi, 1966.
3. Maulana Muhammad Ishaq Sandelvi, *The Political System of Islam*, Dar al-Kutub al-Islamiya, Lahore, 2009.
4. Mufti Taqi Usmani, *Islam and the State*, Urdu Daira-e-Ma'arif-e-Islamiya, University of Karachi, 2006.
5. Professor Abdul Qadir Ali Khan, *Constitutional Evolution of the Ottoman Empire*, Urdu University Press, Lahore, 2010.
6. Professor Tahir-ul-Qadri, *The Political Crisis of the Muslim World*, Pakistan Urdu Adabi Board, Lahore, 1998.
7. Maulana Syed Abul A‘la Maududi, *Pakistan's Constitutional Ideology*, Dar al-Isha'at, Lahore, 1972.
8. Professor Syed Kazim Rizvi, *Iran's Jurisprudential Constitutional System*, Idarah Uloom-e-Islamiya, Karachi, 2005.
9. Dr. Ahmad Ali, *Modern Political History of Turkey*, Urdu Ilmi Markaz, Lahore, 2015.
10. Professor Fahd bin Saleh, *The Constitutional System of Saudi Arabia*, Maktabat al-Madinah, Riyadh, 2012.
11. Professor Anwar Hussain, *Constitutional Development of Malaysia*, Maktaba Urdu, Islamabad, 2010.
12. Dr. Fatima Shabnam, *Constitutional Politics of Indonesia*, Urdu Library, Karachi, 2014.
13. Professor Mushtaq Ahmad, *Political System of the Ottoman Empire*, Maktabah Fikr, Lahore, 2011.
14. Dr. Ayesha Farooqi, *Constitutional System of Modern Muslim States*, Urdu House, Karachi, 2017.
15. Professor Abid Raza, *The Political System of Islamic Caliphate*, Maktabah Nazar, Lahore, 2009.
16. Dr. Fariha Saleem, *Democracy in the Modern Muslim World*, Urdu Publishers, Karachi, 2016.

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

17. Professor Khalid Mustafa, *Ottoman Caliphate and Shari'ah*, Maktaba Urdu, Lahore, 2013.
18. Dr. Sarah Nazir, *Islam and Modern Constitutional System*, Urdu Library, Karachi, 2018.
19. Dr. Rashid Hassan, *Social Policies of the Ottoman Empire*, Maktaba Adab, Lahore, 2012.
20. Professor Samina Adil, *Religious Freedom in Modern Muslim States*, Urdu Publishers, Karachi, 2018.
21. Professor Fayaz Ahmad, *Judicial System of the Ottoman Empire*, Maktaba Urdu, Lahore, 2010.
22. Dr. Zahida Naz, *Role of Judiciary in Modern Muslim States*, Urdu Publishers, Karachi, 2019.
23. Professor Abdul Ghaffar, *Islamic Political Thought*, Maktaba Urdu, Lahore, 2015.
24. Dr. Ayesha Saeed, *Rise of Nation States in the Muslim World*, Urdu Publishers, Karachi, 2020.
25. Professor Dr. Shabbir Ahmad, *The Issue of Islam and Nationalism*, Maktaba Fikr, Lahore, 2017.
26. Professor Ikram-ul-Haq, *Political Thought of the Islamic State*, Maktaba Urdu, Lahore, 2018.